ایمان کا موضوع

(گزشتہ سے پیوستہ)

مرتب : ابو عبدالرحمٰن شبیر بن نور

دوسرا بنیادی سوال جو ہر ذی شعور انسان کو بے چین رکھتا ہے وہ اس کی اپنی حقیقت کے بارے میں ہے کہ انسان کی حقیقت کیا ہے؟ اور اس کا کائنات میں مقام کیا ہے؟

نبی ﷺ کی دعوت پر ایمان لانے کے نتیجے میں انسان کو اس اہم سوال کا اطمینان بخش جواب مل جاتا ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا اور اسے خلافت عطا فرمائی۔ یہ انسان کائنات میں بلند ترین مقام رکھتا ہے۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا Climax (نقطۂ کمال) ہے۔ گویا کہ اب تک جو کچھ اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا اس میں بلند ترین وجود انسان کا ہے، جس کے اسباب درج ذیل ہیں :

۱۔ قرآن حکیم میں سات مقامات [1] پر فرمایا گیا کہ ہمارے حکم سے تمام فرشتوں نے انسان کو سجدہ کیا۔ فرمایا :

﴿فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۝﴾ (الحجر : ۳۰)

"پھر سب کے سب فرشتوں نے اکٹھے ہو کر سجدہ کیا"۔

۲۔ انسان کی عظمت و عزت کا اعلان ان الفاظ میں کیا گیا :

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰي كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۝﴾ (الاسراء : ۷۰)

"(یہ تو ہماری عنایت ہے کہ) ہم نے بنی آدم کو فضیلت عطا کی اور انہیں خشکی و تری میں سواریاں عطا کیں، اور ان کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوقات

{۱} سورۃ البقرہ آیت نمبر ۳۴، سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۱، سورۃ الحجر آیت نمبر ۳۰، سورۃ الاسراء آیت نمبر ۶۱، سورۃ الکہف نمبر ۵۰، سورۃ طٰہٰ نمبر ۱۱۶، سورۃ ص آیت نمبر ۷۳۔

© rasailojaraid.com

پر نمایاں فوقیت بخشی"۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا' فرمایا :

﴿قَالَ یٰاِبْلِیْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ﴾ (صٓ : ۷۵)

"اے ابلیس تجھے کیا چیز اس کو سجدہ کرنے سے مانع ہوئی جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا ہے"۔

یہ آیت عظمت انسان کی عظیم دلیل ہے۔

"خَلَقْتُ بِیَدَیَّ" سے مراد کیا ہے؟ دونوں ہاتھوں سے مراد دو عالم ہیں : ایک عالمِ خلق اور دوسرا عالمِ امر۔ جملہ مخلوقات یا عالمِ خلق سے متعلق ہیں یا عالمِ امر سے' البتہ انسان کے وجود میں یہ دونوں عالم آکر جمع ہو گئے ہیں' اس کے وجودِ حیوانی کا تعلق "عالمِ خلق" سے ہے' اس اعتبار سے یہ مادی اور زمینی مخلوق ہے۔ اسی لئے تو فرمایا :

﴿مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِیْهَا نُعِیْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰی﴾ (طٰہٰ : ۵۵)

"اس زمین سے ہم نے تم کو پیدا کیا' اسی میں تمہیں واپس لے جائیں گے اور اسی سے تم کو دوبارہ نکالیں گے"۔

اور اس کے وجودِ روحانی کا تعلق "عالمِ امر" سے ہے' فرمایا :

﴿قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ﴾ (الاسراء : ۸۵)

"کہہ دیجئے یہ روح میرے رب کا "امر" ہے"۔

واضح رہے کہ ملائکہ کا تعلق صرف عالمِ امر سے ہے اور جنّات کا تعلق صرف عالمِ خلق سے ہے' ان میں روح نہیں ہوتی' جبکہ انسان زمینی مخلوق ہونے کے ساتھ ساتھ صاحبِ روح بھی ہے' اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے مخاطب ہو کر فرمایا :

﴿ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ۝﴾ (الحجر : ۲۹۔ اور۔ صٓ : ۷۲)

"پھر جب میں اس کی نوک پلک سنوار کر تکمیل کر دوں اور اس میں اپنی طرف سے روح پھونک دوں تو اس کے سامنے سجدے میں گر جانا"۔

© rasailojaraid.c
© rasailojaraid.c

چونکہ روحِ انسانی کا تعلق براہ راست ذات باری تعالیٰ سے ہے' اس لئے جس طرح ذاتِ باری تعالیٰ کے بارے میں کوئی تشبیہ نہیں دی جاسکتی اسی طرح جو شے اس ذات بابرکات سے متعلق ہے اس کے لئے بھی کوئی تشبیہ نہیں ہو سکتی۔

اتّصالِ بے تکیّف بے قیاس
ہست ربّ الناس را با جانِ ناس

کہ روح کے حوالے سے اللہ اور بندے کے درمیان ایک اتصال کی کیفیت موجود ہے' لیکن اس اتصال (contact) کو کسی اور اتصال پر قیاس نہیں کرسکتے' اس اتصال کی کیفیت کو نہیں جان سکتے۔ قرآن حکیم میں آیا ہے :

﴿نَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَيۡهِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِيۡدِ۝﴾ (ق : ۱۶)

"ہم اس کی رگِ گردن سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں"۔

یہ مضمون دوسرے مفہوم میں آیا ہے' البتہ روح ایک علیحدہ شے ہے۔

۴۔ انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے روح پھونکی' اور یہی روح جملہ انسانوں اور حیوانوں کے درمیان وجہ امتیاز ہے۔ زندگی حیوانوں میں بھی ہوتی ہے اور انسانوں میں بھی' اس اعتبار سے حیوانی وجود دونوں کے پاس ہے لیکن اس پر مستزاد انسان کا ایک روحانی وجود بھی ہے اور یہی انسان کے لئے وجہ امتیاز ہے۔ اسی لئے وحی صرف اسی کو ہوتی ہے کیونکہ وحی درحقیقت contact ہے روح کا' روح کے ساتھ۔ فرمایا :

﴿فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلۡبِكَ﴾ (البقرہ : ۹۷)

"بلاشبہ جبریل نے اس قرآن کو تمہارے دل پر نازل کیا ہے"۔

نیز فرمایا :

﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوۡحُ الۡاَمِيۡنُ عَلٰى قَلۡبِكَ﴾ (الشعراء : ۱۹۴)

"اس قرآن کو لے کر روح الامین تمہارے دل پر نازل ہوا ہے"۔

کسی نے خوب کہا ہے ؎ "نغمہ وہی ہے نغمہ کہ جس کو روح سنے اور روح سنائے"۔

روح الامین نے نغمہ سرمدی یعنی قرآن مجید سنایا ہے روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو۔

۵۔ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت کے مطابق تخلیق فرمایا ہے۔ حضرت ابوہریرہ

© rasailojaraid.com

رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

خَلَقَ اللّٰہُ آدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ {۲}

"اللہ تعالیٰ نے آدم کی تخلیق اپنی صورت پر کی"۔

معاذ اللہ' اللہ تعالیٰ کی شکل سے مراد آنکھ کان وغیرہ کی مشابہت نہ لیجئے' بلکہ بطور استعارہ فرمایا گیا ہے' بہرحال خالق سے کوئی نہ کوئی مشابہت تو ضرور رہے۔

۶۔ آخری اور نہایت اہم بات یہ کہ انسان کو خلافتِ ارضی عطا کی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ انسان اپنے رب کے سامنے جواب دہ ہے ع "جن کے رتبے ہیں سوا' ان کی سوا مشکل ہے"۔ چنانچہ اسے جواب دہی کرنا ہے' محاسبہ ہو کر رہے گا۔

انسان کی کل زندگی محض پیدائش سے موت تک کے وقفے کا نام نہیں ہے بلکہ موت تو اصل زندگی کا شاہد رہ ہے ؎

موت اِک زندگی کا وقفہ ہے
یعنی آگے بڑھیں گے دم لے کر

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

﴿وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَۃَ لَھِیَ الْحَیَوَانُ ۘ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ۝﴾

"اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے' کاش انہیں معلوم ہوتا" (العنکبوت : ۶۴)

عام لوگ اس زندگی سے کہ جو "دھوکے کا سامان" اور "دارِ غرور" ہے' دھوکہ کھائے بیٹھے ہیں' اور اسی کو مقصد زندگی اور کامیابی و ناکامی کا معیار سمجھ رہے ہیں' حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بہت واضح الفاظ میں فرمادیا تھا :

﴿وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾ (آل عمران : ۱۸۵)

"دنیوی زندگی کی حقیقت ہی کیا ہے' یہ تو بس دھوکے کا سامان ہے"۔

ظاہر بینوں نے اسی دنیاوی زندگی کو سب کچھ سمجھ لیا ہے۔ ان کی ساری سوچ اور پلاننگ اسی دنیوی زندگی سے متعلق ہے' حالانکہ اسے تو کتاب زندگی کا دیباچہ بھی نہیں

{۲} صحیح البخاری' کتاب الاستیذان' باب بدء السلام' ح ۵۸۷۳ و صحیح مسلم' کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا' باب یدخل الجنۃ اقوام ......الخ ح ۲۸۴۱

© rasailojaraid.com

قرار دیا جاسکتا' اصل زندگی کے مقابلے میں تو یہ نہ ہونے کے برابر ہے۔

زندگی' موت اور بعث بعد الموت کی حقیقت حضور اکرم ﷺ نے بڑی جامعیت کے ساتھ اپنے ایک خطبے میں' بنوہاشم کے سامنے ان الفاظ میں بیان فرمائی' فرمایا :

((اِنَّ الرائدَ لایکذِبُ اھلَہ' وَاللّٰہِ لو کذبتُ جمیعَ النّاسِ مَا کذبتُکُم ولَو غررتُ جمیعَ النّاسِ مَا غررتُکم' وَاللّٰہِ الذی لا الٰہ الا ھوَ وَاللّٰہِ لَتَمُوتُنَّ کما تَنامون' ثم لتُبعثُنَّ کما تَستیقِظُونَ' ثم لتُحاسَبُنَّ لِما تعمَلُون' ثم لتُجزَوُنَّ بالاحسانِ احسانًا وبِالسُّوءِ سُوءً' وانّھا لجنّۃٌ ابدًا اونارٌ ابدًا)) (نہج البلاغہ)

"(اے میرے قبیلے کے لوگو!) قافلے کا رہبر قافلے والوں سے جھوٹ نہیں بولا کرتا' قسم بخدا اگر میں تمام انسانوں سے بھی جھوٹ بول سکتا تب بھی تم سے جھوٹ نہ بولتا اور اگر تمام انسانوں کو دھوکہ دے سکتا تب بھی تمہیں کبھی دھوکہ نہ دیتا۔ اس اللہ کی قسم جس کے علاوہ کوئی حقیقی خدا نہیں ہے' قسم بخدا' تم سب پر موت وارد ہوگی جس طرح تم رات کو سو جاتے ہو' پھر تمہیں اٹھایا جائے گا جس طرح تم صبح کو بیدار ہوتے ہو' جو کچھ تم کر رہے ہو اس کا تم سے حساب لیا جائے گا' پھر تمہیں ضرور بدلہ مل کر رہے گا' بھلے کام کا اچھے بدلے کے ساتھ اور برے کام کا برے بدلے کی شکل میں' نتیجتاً یا تو ہمیشہ ہمیش کے لئے جنت ہوگی اور یا مستقل آگ کا ٹھکانہ ہوگا"۔

معلوم ہوا کہ اصل زندگی وہ نہیں جو ہم یہاں گزار رہے ہیں بلکہ اصلی اور ابدی زندگی تو وہ ہے جو آخرت کی زندگی ہے۔ زندگی کی حقیقت اور تسلسل سمجھنے کے لئے یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ : ایک وہ زندگی تھی جو ہم یہاں اس دنیا میں آنے سے پہلے گزار چکے ہیں' اس وقت ہم صرف عالم امر کی شے تھے' عالم خلق میں ہمارا کوئی وجود نہیں تھا' بس ارواح تھیں جنہیں پیدا کر کے سوال کیا گیا :

﴿اَلَسۡتُ بِرَبِّکُمۡ' قَالُوۡا بَلٰی﴾ (الاعراف : ۱۷۲)

"کیا میں تم سب کا رب (خالق + مالک + پروردگار) نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا : ضرور آپ ہی ہمارے رب ہیں"۔

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

پھر ارواحِ انسانیہ کو سلا دیا گیا یا یوں کہئے کولڈ سٹوریج میں رکھ دیا گیا۔ اور پھر جیسے جیسے عالمِ خلق میں رحمِ مادر کے اندر کوئی ہیولا تیار ہوتا ہے اس انسان کی روح لا کر اس جسم میں شامل کر دی جاتی ہے۔ یہ بہت اونچے اور نازک حقائق ہیں۔ بقول شاعر ؎

تو اسے پیمانۂ امروز و فردا سے نہ ناپ
جاوداں' پیہم رواں' ہر دم جواں ہے زندگی

اور

قلزمِ ہستی سے تو ابھرا ہے مانند حباب
اس زیاں خانے میں تیرا امتحاں ہے زندگی!

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

﴿خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا﴾
(الملک : ۲)

"اس نے موت اور زندگی کو ایجاد کیا تاکہ تم لوگوں کو آزما کر دیکھے کہ تم میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے"۔

اور یہی عرصہ یعنی دنیاوی زندگی ہمارا دار الامتحان ہے اور یہ گویا ہماری زندگی کی دوسری منزل ہے۔ اگلی منزل عالم برزخ ہے۔ اس کے بعد بعث و نشور کا مرحلہ ہے اور آخرت میں جنت یا دوزخ۔ یہ سب کے سب مراحل ہمارے ایمان کا جزو لازم ہیں۔

تیسرا اہم سوال یہ سامنے آتا ہے کہ انسان کی جوابدہی کی بنیاد کیا ہے؟ اسے اس وقفہ امتحان میں کیا کچھ دیا گیا ہے کہ جس کا حساب لیا جائے گا؟ کیا پڑھایا گیا ہے جس کا امتحان ہوگا؟ اصل بات یہ ہے کہ ہر انسان Accountable (قابل محاسبہ) اور Responsible (ذمہ دار) ہے' ان استعدادت اور صلاحیتوں کی وجہ سے جو فطری طور پر اس میں رکھی گئی ہیں :

۱۔ سمع و بصر کی صلاحیت ٠

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

﴿إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ

© rasailojaraid
© rasailojaraid

﴿سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۝﴾ (الدھر: ۲)

"ہم نے انسان کو ملے جلے نطفے سے پیدا کیا تاکہ اس کا امتحان لیں اور اس غرض کے لئے ہم نے اسے سننے اور دیکھنے والا بنایا"۔

۲۔ عقل و شعور :

اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل عطا کی۔ یہ بھی محاسبہ کی ایک بنیاد ہے۔ فرمایا :

﴿اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ۝﴾ (الاسراء : ۳۶)

"یقیناً آنکھ 'کان اور دل سب ہی کے بارے میں باز پرس ہو گی"۔

متکلمین کے نزدیک اہم ترین شے عقل ہے اور اسی کی بنیاد پر انسان اللہ تعالیٰ کے ہاں جواب دہ ہو گا۔ جب اس نے تمہیں عقل جیسی نعمت سے نوازا ہے تو اس منعم ذات کو اس سے پہچانو۔ جب دھوئیں کو دیکھ کر پہچان لیتے ہو کہ آگ لگی ہوئی ہے تو اتنی بڑی کائنات کو دیکھ کر خالق کو نہیں پہچان سکتے؟

برگِ درختانِ سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقے دفتر است معرفتِ کردگار

انسان آنکھیں ہی بند کرنے پر مصر ہو جائے تو دوسری بات ہے ورنہ :

﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۚ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ﴾

"اس کی تسبیح تو ساتوں آسمان اور زمین اور وہ ساری چیزیں کر رہی ہیں جو آسمان و زمین میں ہیں 'کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کر رہی ہو 'مگر تم ان کی تسبیح کو سمجھتے نہیں ہو"۔ (الاسراء : ۴۴)

۳۔ نیکی اور بدی کی پہچان

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

﴿وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝﴾ (الشمس : ۷-۸)

© rasailojaraid
© rasailojaraid
© rasailojaraid

"اور قسم ہے انسانی نفس کی اور اس ذات کی جس نے اسے بنایا' پھر اسے اس کی برائی اور نیکی دونوں الہام کر دیں"۔

معلوم ہوا کہ نیکی اور بدی' فجور اور تقویٰ دونوں مستقل اقدار ہیں' یہ بالجبر لاگو کی ہوئی (Arbitrary) نہیں ہیں' یہ خیالی اور وہمی نہیں ہیں' اور یہ ہمارے ذہن کی تراشیدہ نہیں ہیں' خیر خیر ہے اور شر شر ہے۔ فطرت انسانی دونوں سے خوب واقف ہے۔ انسان اپنی فطرت سے پہچانتا ہے کہ برا کیا ہے اور اچھا کیا ہے۔ اسی لئے قرآن حکیم نے نیکی کے لئے "معروف" (جانی پہچانی چیز) کا لفظ استعمال کیا ہے اور بدی کے لئے "منکر" (غیر معروف' غیرمانوس' اوپری) کی اصلاح استعمال کی ہے۔ اسی لئے ایسے کام پر انسان کا نفسِ لوامہ اسے ملامت کرتا رہتا ہے۔

مذکورہ بالا تینوں صلاحیتوں سے ذرا قدم آگے بڑھائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ روحِ انسانی میں معرفتِ رب اور محبتِ خداوندی ودیعت شدہ صورت میں موجود ہیں۔ یہ ساری چیزیں دے کر انسان کو بھیجا گیا ہے اور یہ سب قرآن حکیم سے ثابت ہیں۔ انہی کی بنیاد پر ہر انسان جوابدہ اور مسئول (Accountable) ہے' خواہ کوئی نبی آتا یا نہ آتا' کوئی رسول بھیجا جاتا یا نہ بھیجا جاتا' کوئی کتاب اترتی یا نہ اترتی' کوئی شریعت دی جاتی یا نہ دی جاتی۔ یہ صلاحیتیں انسان کے اندر ودیعت شدہ ہیں' اور یہی اس کے احتساب و محاسبہ کے لئے اصل حجت ہیں۔

اتمامِ حجت

ان سب کے باوصف اللہ تعالیٰ نے انسان کی آزمائش اور امتحان کو آسان کرنے کے لئے ارسالِ وحی' بعثتِ انبیاء و رُسل اور آسمانی کتابوں کا سلسلہ جاری فرمایا' وحی کے ذریعے حقائق کا علم یقینی عطا فرمایا۔ اسی لئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کو مخاطب کر کے کہا تھا:

﴿اِنِّیْ قَدْ جَآءَنِیْ مِنَ الْعِلْمِ﴾ (مریم : ۴۳)

"یقیناً میرے پاس علم حقیقی آچکا ہے"

یہ علم وحی اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ اور چنے ہوئے بندوں پر نازل فرمایا' جو سیرت و

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

کردار اور اخلاق کے اعلیٰ نمونے تھے' گویا کہ نوع انسانی کا عطر تھے۔ اسی لئے فرمایا :

﴿إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ ۝﴾ (آل عمران : ۳۳)

"اللہ نے آدم اور نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام دنیا والوں پر ترجیح دے کر (اپنی رسالت کے لئے) منتخب کیا تھا۔"

اور اس وحی کے ذریعے ہدایت و شریعت سے متعلق ہر چیز کی تفصیلات بیان کر دیں کہ یہ کرو' یہ نہ کرو' یہ راستہ ہلاکت کو جانے والا ہے اور یہ راستہ جنت کی طرف جاتا ہے۔ واضح رہے کہ ہلاکت کا راستہ بظاہر بڑا خوشنما ہوتا ہے لیکن انجام کے اعتبار سے بڑا بھیانک' جبکہ دوسری طرف جنت کی راہ اپنانے میں مشکل ہی مشکل نظر آتی ہے لیکن یہی درحقیقت [illegible] نجات کا راستہ ہے۔

ان حقائق کو بیان کرنے بلکہ روزِ روشن کی طرح واضح کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انزالِ وحی' بعثتِ انبیاء و رسل اور ارسالِ کتب و شریعت کا اہتمام کیا اور اس طرح انسان پر "اتمامِ حجت" کر دیا' اگرچہ حجت تو پہلے ہی عقل' سمع و بصر' نیکی و بدی کے شعور' معرفتِ رب اور محبتِ خداوندی کے ذریعے پوری کی جا چکی تھی۔

رسالت کی کڑیاں

اللہ تعالیٰ اور چنے ہوئے برگزیدہ بندوں یعنی انبیاء و رسل کے درمیان رابطے کا ذریعہ (Link) حضرت جبریل علیہ السلام رہے ہیں' جو فرشتوں کے سردار ہیں۔ انبیاء و رسل علیہم السلام بھی اپنے اپنے وقت میں اپنی قوم کے سربراہ اور اللہ تعالیٰ کے منتخب بندے ہوتے ہیں۔ اس طرح ایمان بالملائکہ بھی ایمان بالرسالت کا ایک جزو بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

﴿اَللّٰهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ﴾ (الحج : ۷۵)

"حقیقت یہ ہے کہ اللہ (اپنے فرامین کی ترسیل کے لئے) ملائکہ میں سے بھی پیغام رساں منتخب کرتا ہے اور انسانوں میں سے بھی۔"

فرشتوں میں سے جبریل علیہ السلام نے وحی کو اللہ تعالیٰ سے وصول کیا اور اپنے اپنے وقت

© rasailojaraid.c
© rasailojaraid.c

کے رسول تک پہنچایا' اور سب سے آخر میں انہوں نے وحی کو رسول اکرم ﷺ تک پہنچایا۔ چونکہ جبریل فرشتے ہیں اور نوری الاصل ہیں' اس لئے وہ اللہ تعالیٰ سے قریب تر ہیں اور سارے کے سارے انبیاء ورسل علیہم السلام بشر ہیں' لہٰذا انہیں عالم انسانی سے قرب حاصل ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ اور نوع انسانی کے مابین ایک فرستادہ فرشتہ (رسولِ ملک) اور ایک فرستادہ انسان (رسولِ بشر) رابطے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ اس طرح یہ رابطہ (Link) مکمل ہو گیا' اب یہ قوم کے پاس آنے والے نبی اور رسول کی ذمہ داری ہے کہ وہ زبان سے بھی تبلیغ کریں اور کردار سے بھی۔ یعنی جو تعلیم ان تک پہنچی ہے وہ اس کا عملی نمونہ بھی پیش کریں۔ ان کی طرف جو ہدایت رب العالمین کی طرف سے پہنچی ہے اس کا نمونہ انفرادی اور اجتماعی زندگی میں پیش کریں تاکہ انسانیت کے سامنے "اتمامِ حجت" ہو جائے۔

واضح رہے کہ بنیادی حجت نبوت ورسالت نہیں ہے بلکہ بنیادی طور پر حجت تو وہ پانچ چیزیں ہیں جن کا تفصیلی ذکر ابھی گزرا ہے۔ البتہ یہ سلسلۂ نبوت و رسالت "اتمامِ حجت" ضرور ہے۔ اور یہ سلسلہ وحی' نبوت و رسالت اور آسمانی کتب پر مشتمل ہے جس کی تکمیل محمدؐ رسول اللہ ﷺ پر ہو جاتی ہے۔ ان امور کو ایک لڑی میں پرو دیں تو یہ "ایمان بالرسالت" بن جاتا ہے۔

خلاصۂ کلام

ایمان کا موضوع ہے : مابعد الطبیعیات کے مسائل۔ ان مسائل کے جو جوابات حکماء اور فلاسفہ نے پیش کئے اس کا نام فلسفہ ہے۔ اور جو حل انبیاء و رسل نے بذریعہ وحی بیان کیا وہ "ایمان" ہے۔ انبیاء و رسل نے جو کچھ بیان فرمایا ان کی ایک ظاہری سطح ہے جو قرآن و حدیث میں واضح الفاظ میں ملے گی' یعنی عام آدمی کے لئے موٹے موٹے مسائل' کہ یہ حلال ہے' یہ حرام ہے' یہ کرنا ہے اور اس سے باز رہنا ہے۔ ان کی مثال یوں سمجھ لیں کہ سمندر کے اندر تیرنے والے بہت بڑے برفانی تودے (Iceberg) کی ہے کہ سطح سمندر پر سے اس کا صرف چوٹی کا سرا (Tip) نظر آتا ہے۔ چنانچہ عام فہم چیزیں وہی ہیں جو سب کو نظر آ رہی ہیں' لیکن یہ ایمان کی Tips ہیں۔ "آمَنتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰئِکَتِہٖ

© rasailojaraid.
© rasailojaraid.

وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر والقدر خیرہ وشرہ من اللّٰہ والبعث بعد الموت"[۳] یہ باتیں ہیں جنہیں ماننے کا نام ایمان ہے۔ لیکن یہ بات واضح رہے کہ آئس برگ کے Tip کی مانند ہر ہر نقطے کے نیچے کیسے کیسے خزانے ہیں' اس کی حکمت' فلسفہ' دلائل' حقیقت اور گہرائیاں' ان تک پہنچانہ ہر کسی کے لئے ممکن ہے اور نہ ہی لازم' قرآن حکیم کی تمثیل کی زبان میں بس یوں سمجھ لیں :

﴿لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ﴾ (الانشقاق : ۱۹)

جیسے جیسے گہرائی میں اتریں گے حقیقت واضح ہوتی چلی جائے گی۔ وہاں ہر شخص کے ذہن کی رسائی حسب تناسب (proportionally) ہوگی۔ اگر کوئی اس میدان میں ایک قدم گیا تو کوئی دوسرا سو قدم بھی جا سکتا ہے اور کسی کی رسائی ہزار یا لاکھ قدم تک بھی ہو سکتی ہے۔ ویسے تو ایمان کی بحث کے بعض اہم گوشوں کو اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کی بالکل ابتدا میں بیان کر دیا ہے۔ فرمایا :

﴿الٓمّٓ ○ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ○ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُونَ ○ وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ○﴾[۴] (البقرہ: ۱۔۴)

نیز سورۃ البقرہ کے آخر میں بھی ایمان کا ذکر بھرپور انداز میں آیا ہے :

﴿اٰمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ ۚ كُلٌّ اٰمَنَ

{۳} حدیث جبریل کے نام سے کتب حدیث میں جو الفاظ آتے ہیں ان سب کو ایک جامع عبارت کی شکل میں ترتیب دے دیا گیا ہے' ملاحظہ ہو : صحیح البخاری کتاب الایمان' باب سوال جبریل' ح ۵۰' (۱۴۰/۱)' مع الفتح و صحیح مسلم کتاب الایمان باب ۱' ح ۱۔۷ تک مسلسل دیکھ لیں۔

{۴} "الف' لام' میم' یہ الکتاب ہے اس میں کوئی شک نہیں' ہدایت ہے ان پرہیزگار لوگوں کے لئے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں' نماز قائم کرتے ہیں' جو رزق ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ جو کتاب تم پر نازل کی گئی ہے (یعنی قرآن) اور جو کتابیں تم سے پہلے نازل کی گئی تھیں ان سب پر ایمان لاتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں"۔

© rasailojaraid.
© rasailojaraid.

بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ﴾ {۵} (البقرہ : ۲۸۵)

سورۃ البقرہ کے شروع میں اور اختتام میں جو تعبیر ہے اس کا ایک خاص پس منظر ہے۔ سورۃ البقرہ میں اہل کتاب سے خطاب ہو رہا ہے' اس حوالے سے جو باتیں اہم ترتھیں انہیں نمایاں کر دیا گیا۔ آیۂ بِر سورۃ البقرہ کے بالکل وسط میں ہے۔ اس میں ایمان کی اضافی تفصیل بالکل سادہ تعبیر کے ساتھ بیان کر دی گئی ہے۔ فرمایا :

﴿لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ﴾ {۶} (البقرہ : ۱۷۷)

© rasailojaraid.com

اس آیت میں ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت کے علاوہ ملائکہ' کتب اور انبیاء و رسل پر ایمان کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان تینوں کو جمع کر لیں تو یہ ایمان بالرسالت بنتا ہے' کیونکہ اس کی بنیاد وحی ہے جسے لانے والے فرشتے ہیں۔ کتابیں اس وحی کا ریکارڈ ہیں اور جن پر وحی نازل ہوئی وہ نبی و رسول کہلاتے ہیں۔ یہ ایمان کا سادہ اور واضح خاکہ ہے' لیکن یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ گہرائی اور گیرائی کے ساتھ سارا ایمان اس میں جمع ہے' بلکہ قرآن حکیم میں حکمت و فلسفہ سے بھرپور سارے حقائق موجود ہیں' بس غور کرنے کی ضرورت ہے۔

ایمان باللہ کی مثال کو سامنے رکھیں۔ اس ضمن میں سورۃ الحدید میں یہ آیت موجود ہے :
﴿هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ﴾ وہی اول یعنی جس سے پہلے کوئی ذات نہیں' وہی آخر جس کے بعد کوئی نہیں' وہی ظاہر جس سے زیادہ واضح اور نمایاں کوئی

{۵} "رسول اس ہدایت پر ایمان لایا ہے جو اس کے رب کی طرف سے اس پر نازل ہوئی ہے اور جو لوگ اس رسول کو ماننے والے ہیں انہوں نے بھی اس ہدایت کو دل سے تسلیم کر لیا ہے۔ یہ سب اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو مانتے ہیں"۔

{۶} "نیکی یہی نہیں کہ تم اپنے چہرے مشرق کی طرف کر لو یا مغرب کی طرف' بلکہ اصل نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ کو اور یوم آخرت اور ملائکہ کو اور اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب اور اس کے پیغمبروں کو دل سے مانے"۔

© rasailojaraid.com

نہیں' وہی باطن جس سے زیادہ لطیف اور پوشیدہ کوئی نہیں۔ گویا وجودِ حقیقی صرف اسی ذات کا ہے۔

ایمانیاتِ ثلاثہ کا باہمی ربط

ایمانیاتِ ثلاثہ میں باہم ایک نسبت و تناسب موجود ہے جس کی تفصیل کچھ یوں ہے :

ایمان باللّٰہ : اصولی' نظری' علمی اور فکری اعتبار سے اصل ایمان صرف "ایمان باللہ" ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایمان مجمل کے الفاظ ہیں : "آمَنتُ باللّٰہ کما ھو باسمائِہٖ وصفاتِہٖ وقبلتُ جمیعَ اَحکامہٖ اِقرارٌ بِاللِّسانِ وَتصدیقٌ بالقَلب" تو معلوم ہوا کہ ایمان مجمل نام ہے "ایمان باللہ" کا' اسی کی گہرائی کو معرفت کہتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات' اس کے اسماء اور صفات کو پہچان لینا اور مان لینا جیسا کہ پہچاننے اور ماننے کا حق ہے۔

ایمان بالآخرۃ : یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی صفتِ عدل و قِسط کا عملی ظہور ہے۔ یعنی وہ عادل ہے' انصاف کرے گا' نیک لوگوں کو جزا اور بدکاروں کو سزا دے گا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کی صفتِ عدل کا عملی ظہور آخرت میں ہوگا۔

ایمان بالرسالت : یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہدایت کی توسیع (Extension) ہے۔ ہدایت کا ایک حصہ تو وہ ہے جو اس نے علوم طبیعیہ کی صورت میں دے کر ہمیں اس دنیا میں بھیجا اور ہدایت کا دوسرا حصہ وہ ہے جو اس نے بذریعہ وحی نازل فرمایا۔ کیونکہ وہی "ہادی" ہے۔ علوم طبیعیہ کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

﴿ وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا ﴾ (البقرہ : ۳۱)

"اور اللہ نے آدم کو ساری چیزوں کے نام سکھائے"۔

اس کے بعد ہدایت رحمانی کا ثمرہ و فائدہ ذکر کرتے ہوئے فرمایا :

﴿ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ ﴾ (البقرہ : ۳۸)

"پھر جو میری طرف سے کوئی ہدایت تمہارے پاس پہنچے تو جو لوگ میری اس ہدایت

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

کی پیروی کریں گے ان کے لئے کسی خوف اور رنج کا موقع نہ ہو گا۔"

خاتمۂ کلام

زوالِ خوف وحزن کا نام امن ہے اور امن کا ذریعہ ایمان ہے۔ اسی لئے نیا چاند نظر آنے پر حضور اکرم ﷺ بالالتزام یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ "اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهٗ عَلَيْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ" {۷} یعنی "اے اللہ تو اس نئے چاند کو ہم پر امن اور ایمان کے ساتھ اور سلامتی اور اسلام کے ساتھ طلوع فرما!" تو معلوم ہوا کہ امن کا تعلق ایمان سے ہے اور سلامتی کا تعلق اسلام سے ہے۔ نتیجہ یہ سامنے آیا کہ اصل ایمان ایمان باللہ ہے، بقیہ دونوں ایمان اس کی شاخیں اور فروع (Corollaries) ہیں۔ ایمان بالآخرۃ اللہ تعالیٰ کی صفت عدل کا ظہور ہے اور ایمان بالرسالت صفتِ ہدایت کی توسیع۔ البتہ علمی اور اخلاقی اعتبار سے اصل ایمان ایمان بالآخرۃ ہے، کیونکہ اگر آخرت اور اس میں پیش آنے والے مراحل پر یقین کامل نہیں ہو گا تو ایمان باللہ محض ذات وصفات کی بحثیں بن کر رہ جائے گا۔ علامہ اقبال نے خوب کہا ہے

؎ اہلِ مشرق کے لئے موزوں یہی افیون تھی
ورنہ قوالی سے کچھ کم تر نہیں علم الکلام

مجرد علم الکلام تو ایک ذہنی ورزش اور فکری عیاشی بن کر رہ جاتا ہے۔ محض ذات وصفات کی بحثیں آپ کے کردار پر کوئی مثبت اثر مرتب نہیں کرتیں جب تک کہ آخرت میں پکڑ کا شدید احساس اور یقین نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰىٓ ۝ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۝ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ۝﴾ (العلق: ۶-۸)

{۷} المستدرک للحاکم ۲۸۵/۴ وسنن الدارمی ۴/۲ کتاب الصوم باب ۳، وکتاب السنۃ لابن ابی عاصم، ح ۳۷۶۔ البتہ باقی محدثین نے مذکورہ بالا الفاظ کی بجائے "بِالیُمنِ والایمان" کے لفظ بیان کئے ہیں، ملاحظہ ہو: سنن الترمذی کتاب الدعوات، ح ۳۴۵۱، مسند احمد ۱۶۲/۱ ومسند ابی یعلیٰ ۲۵/۲، ح ۶۶۰،۲۶۱

© rasailojaraid.com

"ہرگز نہیں' انسان سرکشی کرتا ہے اس بنا پر کہ وہ اپنے آپ کو بے نیاز دیکھتا ہے' حالانکہ پلٹنا یقیناً تیرے رب ہی کی طرف ہے۔"

اس لئے کہ دنیاوی زندگی میں فی الفور نتائج اعمال کا کوئی انتظام نہیں' مثلاً میں نے جھوٹ بولا تو زبان پر چھالا بھی نہیں نکلا' اس کے بالمقابل گرم چائے سے زبان پر فوراً چھالا ہو جاتا ہے' جبکہ حرام کھانے سے پیٹ میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ انسان دیکھ رہا ہے کہ اخلاقی قوانین اس عالم میں نافذ العمل (Operative) نہیں ہیں جبکہ طبعی قوانین (Physical Laws) فوراً اثر دکھاتے ہیں۔ لہٰذا انسان بے دھڑک ظلم' سرکشی' تعدی اور حرام خوری کرتا ہے۔ اگر اسے کوئی چیز روک سکتی ہے تو وہ "اِنَّ اِلٰی رَبِّکَ الرُّجْعٰی" کا یقین ہے۔ اگر یہ یقین دل میں سما گیا اور آخرت اور حساب و کتاب پر ایمان پختہ ہو گیا تو باہر سے کوئی دیکھنے والا ہو یا نہ ہو اندر سے ہی ایمان کا چوکیدار خبردار کرنے والا اور روکنے والا پیدا ہو جائے گا۔ تو معلوم ہوا کہ اصلاح عمل کے لئے اصل مقام ایمان بالآخرت کا ہے۔ اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمایا ہے :

﴿اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ○ وَّاَنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ○﴾

(الاسراء : ۹۔۱۰)

"حقیقت یہ ہے کہ یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو بالکل سیدھی ہے' جو لوگ اسے مان کر بھلے کام کرنے لگیں انہیں یہ بشارت دیتا ہے کہ ان کے لئے بڑا اجر ہے اور جو لوگ آخرت کو نہ مانیں انہیں یہ خبر دیتا ہے کہ ان کے لئے ہم نے دردناک عذاب مہیا کر رکھا ہے۔"

آیت کریمہ پر ذرا غور کریں کہ پہلے حصے میں ایمان اور عمل صالح کے بعد اجر کبیر کا ذکر کیا گیا اور دوسرے حصے میں آخرت کے انکار کے نتیجے میں عذابِ الیم کا بیان ہو گیا' کیونکہ جب آخرت کا انکار ہو گیا تو بداعمالیاں از خود آ جائیں گی' ان کے بیان کی ضرورت ہی نہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ عملی اعتبار سے اہم ترین ایمان' ایمان بالآخرۃ یا ایمان بالمعاد ہے۔

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

البتہ شرعی اور فقہی اعتبار سے اصل ایمان "ایمان بالرسالت" ہے۔ مثلاً ایک آدمی مکمل موحد ہے' بظاہر نیک ہے' لیکن رسول کا انکار کرتا ہے تو وہ کافر ہے' خواہ اس کا حسب و نسب اور معاشرتی مقام کیسا ہی کیوں نہ ہو۔ دنیا میں مسلمان اور کافر کی پہچان ایمان بالرسالت سے ہوگی۔ اسلامی ریاست کے قیام کے بعد سب سے بڑا دستوری مسئلہ یہ ہوگا کہ کون مسلمان ہے اور کسے کافر قرار دیں؟ یہاں کا مکمل شہری (Citizen) کون ہے؟ مکمل شہریت کے حقوق کس کو حاصل ہیں؟ تو اس اعتبار سے اہم ترین ایمان 'ایمان بالرسالت ہے۔

معلومات مذکورہ کو سامنے رکھیں گے تو تینوں ایمانیات کا باہم ربط اور تینوں کے درمیان نسبت و تناسب سمجھ میں آجائے گا۔

© rasailojaraid.com

بقیہ : حرف اول

سطح پر بھی ہوتا ہو' اور پورا نظام زندگی فی الواقع قرآن کے تابع ہو جائے۔ اسی کا نام "اقامت دین" ہے جس کے لئے بھرپور جدوجہد کرنا ہمارے ایمان کا لازمی تقاضا ہے۔ اللہ کے فضل و کرم سے قافلہ تنظیم اسلامی بھی درجہ بدرجہ آگے بڑھ رہا ہے۔

اس منتخب نصاب کا نقطہ آغاز یا پہلا سبق "سورۃ العصر" ہے جو زیر نظر شمارے میں شامل ہے۔ یوں تو اس منتخب نصاب کا درس محترم ڈاکٹر صاحب دو چار نہیں بیسیوں بار دے چکے ہیں اور مختصر اور مفصل ہر دو انداز میں اس کا بیان کیسٹوں میں محفوظ ہے' تاہم "حکمت قرآن" میں اشاعت کے لئے ہم نے "الہدیٰ" کے نام سے پاکستان ٹی وی پر نشر ہونے والے دروس قرآن کا انتخاب کیا ہے' جو قدرے مختصر ہیں اور جامع بھی۔ ہماری کوشش ہوگی کہ ہم اس نصاب میں شامل ہر سبق کو مختلف اجزاء میں تقسیم کر کے قسط وار شائع کرنے کی بجائے' ہر شمارے میں ایک مکمل سبق شائع کریں تاکہ اس سے استفادہ بھرپور طور پر کیا جا سکے۔ السعی منا والاتمام من اللہ۔ OO

© rasailojaraid.com